نظرات

اللہ تعالیٰ نے برہان کو مشرق و مغرب کے ارباب علم میں جو مقبولیت اور شہرت عطا فرمائی ہے، اس کا اندازہ وہی حضرات کر سکتے ہیں جو اسلامیات کا علمی اور تحقیقی ذوق رکھتے ہیں، لیکن ہر مقبولیت اپنے ساتھ کچھ دشواریاں اور دقتیں بھی لاتی ہے چنانچہ اب حال یہ ہے کہ برہان کے صفحات نہایت محدود ہیں اور اس پر عالم یہ ہے کہ دوستوں کی برہان نوازی کے باعث دفتر میں مقالات کا ہجوم لگا ہوا ہے، یہ سب مقالات اعلیٰ درجہ کے علمی اور تحقیقی مقالات ہیں اور ۲۵ فی صد موصولہ مقالات کو رد کرنے کے بعد برہان میں اشاعت کے لئے منتخب کر لئے گئے ہیں مگر سخت افسوس ہے کہ اب تک ان کی باری نہیں آئی، وجہ یہ ہے کہ بعض مقالہ نگار حضرات اپنے مضمون ایک قسط کر کے بھیجتے ہیں، اس بات سے قطع نظر کہ کسی مقالہ کو مکمل کئے بغیر اشاعت کے لئے قسط وار بھیجنا اصول مقالہ نگاری کے خلاف ہے، کیونکہ اس طرح مقالہ میں تکرار، حشو و زوائد اور بے ترتیبی وغیرہ کے نقائص پیدا ہو جاتے ایڈیٹر کو یہ دشواری پیش آتی ہے کہ اسے کچھ نہیں معلوم ہوتا کہ مقالہ کب اور کتنی قسطوں میں ختم ہوگا۔ اس بنا پر باقی مقالات کی ترتیب اور ان کی اشاعت کا پروگرام اعتماد سے نہیں بن سکتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ میں مقالہ نگار احباب کو لکھ دیتا ہوں کہ آپ کا مقالہ جلد شائع ہوگا۔ لیکن اس پر عمل نہیں ہوتا اور مجھے شرمندہ ہونا پڑتا ہے ۔

یہ حال تو مقالات کا ہے دوسری طرف کتب برائے تبصرہ کا اتنا انبار لگا ہوا ہے کہ خدا کی پناہ بعض اوقات تبصرے لکھے ہوئے دفتر میں موجود ہوتے ہیں مگر صفحات میں اون کی گنجائش نہیں نکلتی اور وہ ناغر ہوجاتے ہیں۔ اور اگر ناغر نہ بھی ہوں تو اون کو تین چار صفحات سے زیادہ نہیں ملتے جو تبصروں کے لئے کم ہیں۔ اس صورت حال کا اصل علاج تو یہی ہے کہ برہان میں کم از کم سولہ صفحات کا مزید اضافہ کیا جائے، لیکن یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب کہ برہان کے خریدار اور قدردان حضرات برہان کے بدل اشتراک میں اضافہ کے لئے آمادہ ہوں اور کم از کم سو خریدار اور مزید فراہم ہوں، جب تک اس کا سروسامان مہیا نہیں ہوتا مقالہ نگار حضرات سے یہ گذارش کرنا ناگزیر ہے کہ ازراہ کرم اپنا کوئی مقالہ نامکمل شکل میں نہ بھیجیں تاکہ اڈیٹر کو کسی مقالہ کی اشاعت کرتے وقت یہ معلوم ہو کہ یہ مقالہ کتنی قسطوں میں آئے گا اور اس کی روشنی میں وہ دوسرے مقالات کی اشاعت کا ایک نظم اور مقالات میں ترتیب قائم کر سکے، احباب کو معلوم ہے کہ خود میرے علمی مقالات ادھر ادھر مجلات و رسائل میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن برہان میں ان کا ذکر تک نہیں ہوتا۔ کیوں؟ محض اس لیے کہ اپنی بہ نسبت برہان کے صفحات پر مقالہ نگار حضرات کے حق کو ترجیح دیتا ہوں۔ سفرنامہ پاکستان توقع اور ارادہ کے برخلاف زیادہ طویل ہوگیا۔ بعض مقالات کی اشاعت میں تاخیر کا سبب یہ بھی ہے۔ اب میں اسے سمیٹ رہا ہوں چنانچہ اب اس کی صرف دو قسطیں اور آئیں گی اس کے بعد یہ سلسلہ ختم ہوجائیگا اور اس سے بھی دوسرے مقالات کے لیے گنجائش نکلے گی، میرے وعلم کے مادہ جو جن حضرات کے مقالات اب تک شائع نہیں ہوسکے ہیں اون سے بہت شرمندہ ہوں، امید ہے کہ میری سخت مجبوریوں کے پیش نظر یہ حضرات مجھے معذور سمجھیں گے۔

افسوس ہے پچھلے دنوں جناب بسمل سعیدی کا چند ماہ کی مسلسل علالت کے بعد دہلی میں انتقال

ہوگیا۔ مرحوم ٹونک (راجستھان) کے خاندان سادات سے تعلق رکھتے تھے، اس خاندان کی قرابت حضرت سید احمد شہید سے بھی تھی۔ اس خاندان میں تعلیم قدیم و تعلیم جدید دونوں کے نامور افراد و اشخاص پیدا ہوئے، مرحوم بلند پایہ شاعر اور صاحب فن استاد سخن تھے، غزل اور نظم دونوں پر یکساں قدرت تھی، اون کے فیض صحبت سے سینکڑوں نوجوان بڑے شاعر ہوگئے۔ ایک عرصہ سے دہلی میں مقیم تھے، خاندانی اعتبار سے صاحب لاکھ جائداد تھے۔ لیکن ایک ایسی افتاد پڑی کہ سب کچھ جاتا رہا۔ طبعاً نہایت غیور و خوددار تھے، زندگی کے آخری سال عسرت اور تنگدستی میں گذرے یہانتک کہ جسم و جان کا رشتہ بھی اسی عالم میں منقطع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ مغفرت و بخشش کی نعمتوں سے نوازے۔ آمین

عجیب اتفاق ہے ہندوستان میں مسز اندرا گاندھی، ان کے اعوان و انصار اور پارٹی پر نہایت سخت قسم کا زوال آیا تو دوسری جانب پاکستان میں مسٹر بھٹو اور ان کے ساتھیوں کا حشر بھی یہی ہوا، غور کیجئے تو دونوں جگہ زوال کا اصل سبب اقتدار طلبی کے جنون میں دھاندلی اور بیجا ضد اور ہٹ ہے، مسز اندرا گاندھی کا زوال درحقیقت اوسی وقت شروع ہو گیا تھا جب ہائیکورٹ کا فیصلہ ماننے سے انھوں نے انکار کر دیا تھا۔ اگر اوسی وقت وہ اس فیصلہ کے احترام میں مستعفی ہو جاتیں تو ملک میں اون کا وقار بہت بڑھ جاتا اور اسی کے بعد الیکشن میں یقیناً وہ اور اون کی پارٹی کامیاب ہوتے اسی طرح اگر مسٹر بھٹو مخالف پارٹیوں کے متحدہ محاذ سے سمجھوتہ کر لیتے تو یہ تباہی اور بربادی ہرگز پیش نہ آتی جو اب آرہی ہے۔

قدرت قانون فطرت کے حق ہونے کی کیسی کیسی عبرت انگیز نشانیاں روز دکھاتی رہتی ہے لیکن آہ انسان کی غفلت شعاری! جس طرح موت سے زیادہ یقینی کوئی چیز نہیں لیکن انسان پھر بھی جتنا غافل اوس سے ہے کسی سے نہیں، اسی طرح وہ سمجھتا ہے کہ فطرت کا قانون مکافات عمل سب کے لئے ہو اوس کے لئے نہیں ہے